ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء
۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

چہل حدیث جمع کردہ حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی

عَنِ الامام الحسین الشہید علیہ السلام عن ابیہ الامام علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۱) لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ
سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی کے برابر نہیں ہوتی (شنیدہ کے بود مانند دیدہ)

(۲) اِتَّقُوْا دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ کَانَ کَافِرًا
مظلوم (خواہ کافر ہی ہو) کی بددعا سے ڈرو

(۳) اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ
ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

(۴) اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ
جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانتدار رہنا چاہیئے

(۵) اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ
نیکی کا کام بتلانے والا نیکی کرنے والے ہی کے مانند ہوتا ہے

(۶) اِسْتَعِیْنُوْا عَلَی الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ
اپنی حوائج و ضروریات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرو۔

(۷) اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ
دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کا چھلکا ہی دینا پڑے۔

(۸) اَلدُّنْیَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃٌ لِلْکَافِرِ
دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(۹) اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ
حیا سراسر خیر ہی ہے۔

(۱۰) عِدَۃُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِّ
ایماندار کا وعدہ نقد لینے کے برابر ہے۔

(۱۱) لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ
مومن کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ جدائی رکھے

(۱۲) لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا
جس کسی نے ہم سے دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

(۱۳) مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی
جو چیز کم ہو مگر کافی ہو وہ اس زیادہ چیز سے بہتر ہے جو غافل کرے۔

(۱۴) اَلرَّاجِعُ فِیْ ھِبَتِہٖ کَالرَّاجِعِ فِیْ قَیْئِہٖ
کوئی شے ہبہ کر کے واپس لینا ایسا ہے جیسا قے کر کے چاٹنا۔

(۱۵) اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ
بلا بولنے پر موقوف ہے۔

(۱۶) اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ
تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں

(۱۷) اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ
غنا کے معنی دل کے غنی ہوتے ہیں۔

(۱۸) اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ
نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے پند پذیر ہو۔

(۱۹) اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا
بعض شعر پر از حکمت ہوتے ہیں اور بعض انداز بیان جادو کا اثر رکھتا ہے۔

(۲۰) عَفْوُ الْمُلُوْکِ اِبْقَاءٌ لِلْمُلْکِ
بادشاہوں کی معافی ملک کی بقا کا سبب ہوتی ہے۔

(۲۱) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ
آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اُسے محبت ہوتی ہے۔

(۲۲) مَا ھَلَکَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَہٗ
وہ آدمی کبھی نہیں مرتا جو اپنے اندازے میں رہے۔

(۲۳) اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ
لڑکا اسی کا ہوتا ہے عورت جس کے نکاح میں ہو اور زانی کو سنگسار کیا جائیگا

(۲۴) اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی
اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے

(۲۵) لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ
جو شخص لوگوں کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔

(۲۶) حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ
کسی چیز کی محبت آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور کانوں کو بہرہ

(۲۷) جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھَا
فطری طور پر دلوں کی کیفیت یہ ہے کہ جو اُن کے ساتھ سلوک سے پیش آئے یہ اس سے محبت کریں اور جو ان سے بُرائی کرے اس سے دشمنی رکھیں

(۲۸) اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے گنا نہیں کیا۔

(۲۹) اَلشَّاھِدُ یَرٰی مَا لَا یَرَاہُ الْغَائِبُ
شاہد وہ ہے جو دیکھتا ہے اور غائب وہ ہے جو نہیں دیکھتا۔

(۳۰) اِذَا جَاءَ کَرِیْمٌ فَاَکْرِمُوْہُ
جب کوئی بزرگ آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔

(۳۱) اَلْیَمِیْنُ الْفَاجِرَۃُ تَدَعُ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ
غلط قسم آبادیوں کو ویران کر دیتی ہے

(۳۲) مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ
جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

(۳۳) اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ
عملوں کا دارو مدار نیت پر ہے

(۳۴) سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ
کسی قوم کا سردار (درحقیقت) ان کا خادم ہے

(۳۵) خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا
کاموں میں سے بہتر کام درمیانہ درجہ کا ہوتا ہے۔

(۳۶) اِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ
بے شک چچا باپ کے برابر ہوتا ہے۔

(۳۷) کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا
مفلسی کفر کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳۸) اَلسَّفَرُ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ
سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔

(۳۹) اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ
مجلس امانتداری سے قائم رہتی ہیں۔

(۴۰) خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی
سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے۔

مرسلہ عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ

رباعی

جادۂ راہِ خدا غیر از فنا ملتا نہیں
ہے خودی جبتک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں
دے جو محتاجوں کو دیتا ہے کہے فقر ابھی
ڈھونڈتا ہے گور میں قاروں گدا ملتا نہیں

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۰ | ۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء | شمارہ ۴۵

طالبات کی مذہب سے بیگانگی

پچھلے دنوں ویسٹ پاکستان چلڈرن سوسائٹی نے کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کے رجحانات کا جائزہ لینے کے لئے ایک سوالنامہ جاری کیا تھا جسکے جوابات موصول ہونے پر سوسائٹی نے ایک سروے رپورٹ مرتب کی اور اسے اخبارات میں شائع کر دیا۔ اخبارات میں جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے مندرجات حسب ذیل ہیں:۔

”لاہور میں کالج میں پڑھنے والی لڑکیوں کی اکثریت اپنی سرگرمیوں میں والدین کی مداخلت اور مذہبی فرائض ادا کرنے پر اصرار کو پسند نہیں کرتی۔ انہیں یہ اچھا ہی نہیں لگتا کہ اُن کے ماں باپ بار بار انہیں مذہبی فرائض کی بجاآوری کی تلقین کرتے رہیں۔ نوجوان لڑکیوں میں اس رجحان کا اندازہ بچوں کی امداد کی صوبائی انجمن کے سروے سے لگایا گیا ہے۔ اس انجمن نے لاہور کالج برائے خواتین، کنیرڈ کالج، کالج آف ہوم اینڈ سوشل سائنس، فاطمہ جناح میڈیکل کالج اور اسلامیہ کالج برائے خواتین سے ”جوانی کے مسائل“ کے بارے میں تین سو طالبات سے مختلف سوالات پوچھے تھے۔ ان سوالات کے جواب میں طالبات نے جو کچھ لکھا وہ دلچسپ بھی ہے اور ہمارے معاشرہ کو غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے۔ ان جوابات سے جہاں کئی دلچسپ اور تعجب خیز انکشافات ہوتے ہیں وہاں موجودہ سماج کے لئے کئی سنگین سوال بھی پیدا ہوئے ہیں۔ تقریباً نوّے فیصد لڑکیوں نے بیان کیا ہے کہ وہ فیشن ایبل بننا چاہتی ہیں اور اپنے والدین کی طرف سے کوئی روک ٹوک اور قدغن پسند نہیں کرتیں۔ صرف دس فیصد لڑکیوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے والدین کے مشوروں کو پسند کرتی ہیں اور انہیں

ضروری اعلان

حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مدظلہٗ کے اچانک سفر حج پر تشریف لے جانے کے باعث حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی ہر روز صبح کی نماز کے بعد جامع شیرانوالہ میں درس قرآن دیا کریں گے چنانچہ اس غرض سے انہوں نے اپنے تمام اسفار ملتوی کر دیئے ہیں۔ تمام احباب اور مدارس عربیہ کے ناظم صاحبان جنہوں نے حضرت مدظلہٗ سے جلسوں میں شمولیت کے وعدے لے رکھے تھے اس ناگہانی مجبوری کی وجہ سے حضرت مدظلہٗ کو جلسوں میں شریک ہونے سے معذور سمجھیں۔

(حاجی بشیر احمد)

فیشن ایبل بننے کی کوئی خواہش نہیں۔ روزمرہ کے معمولات پر والدین کی پابندیوں کے بارے میں سوالات کے جواب میں پچپن ۵۵ فیصد لڑکیوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے کوئی پابندی پسند نہیں کرتیں اور نہ انہیں والدین کی نگرانی میں رہنا گوارا ہے۔ یہاں تک کہ لباس کے معاملہ میں بھی نوجوان لڑکیوں کی اکثریت کو والدین کے جذبات کا کوئی احترام نہیں۔ ساٹھ فیصد لڑکیوں نے قدیم روایات اور اقدار سے انحراف کے حق میں رائے دی۔ تقریباً ۷۱ فیصد لڑکیوں نے یہ کہا ہے کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے انہیں والدین کا اصرار پسند نہیں اور نہ وہ مذہبی اصولوں پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی قائل ہیں۔ تین سو میں سے ۸۷ لڑکیوں نے والدین کی پسند کی شادی کے حق میں رائے دی اور سو لڑکیاں اپنی پسند کی شادی پر مصر تھیں۔ اسّی فیصد لڑکیوں نے کم عمری میں اور اپنے ہی خاندان میں شادی پر زور دیا۔ نوّے فیصد لڑکیاں خود روزی کمانے کے حق میں تھیں صرف چند ہی لڑکیوں نے لکھا کہ عورت کی صحیح جگہ اُس کا گھر ہے۔ ۴۸ فیصد لڑکیوں نے جہیز کے خلاف رائے دی۔ بہت سی لڑکیوں کی خواہش تھی کہ وہ شادی کے بعد شوہر پر بوجھ نہ بنیں اور خود روزی کمائیں بیشتر لڑکیوں نے یہ رائے دی کہ اُن کے نزدیک شوہر کی جسمانی وجاہت ضروری نہیں شرافت اور نیک نفسی ہونی چاہیئے شوہر کی دیگر خصوصیات پر انہوں نے شرافت کو مقدم رکھا۔ اس کے بعد دوسری خصوصیت شوہر کی سماجی حیثیت اور اس کے اظہار محبت میں خلوص کو ضروری سمجھا بیشتر لڑکیوں نے اچھے شوہر کی خوبیاں یہ بیان کی کہ تعلیم یافتہ، خوبرو، ذہین اور تندرست ہو۔“

اس رپورٹ پر ایک نظر دوڑایئے اور غور فرمایئے! یہ یورپ کے کسی بے دین ملک یا امریکہ و روس کا ذکر نہیں بلکہ اُس دارالحکومت کا ذکر خیر ہے جسے پاکستان کا دل کہتے ہیں۔ اُس شہر کا تذکرہ ہے جس میں سیدنا علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر بزرگانِ دین اور قدسی صفات ہستیاں آسودۂ خواب ہیں۔

یہ اُس عروس البلاد کا قصہ ہے جس میں علامہ اقبال مرحوم کی زندہ جاوید شاعری نے آنکھیں کھولیں اور مردہ دلوں کو حیات تازہ عطا کر دی یہ اُس بستی کا حال ہے جہاں بیٹھ کر شاعر مشرق نے مسلمان خاتون سے یوں خطاب فرمایا۔

باقی صفحہ ۱۷ پر

مجلس ذکر

بروز جمعرات ۱۵ ذیقعد ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء

خدا کو مت بھولئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ :۔ خالد لطیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

معزز حاضرین! اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ اس بے دینی اور بے حیائی کے دور میں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی دعا ہے کہ اللہ ہمیں اور زیادہ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ اسوۂ نبوی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پاکستان کی سرزمین اسلام کے نام پر حاصل کی گئی تھی تاکہ یہاں صرف اور صرف اللہ کے قرآن کا قانون نافذ ہوگا اور یہ مکمل طور پر اسلامی ریاست ہوگی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ۱۷ سال سے ملک آزاد ہے لیکن عریانی، بے حیائی، بدمعاشی اور مذہب سے دوری عروج پکڑتی جا رہی ہے۔ اس ملک میں اسلام کو اسلام کا نام لے کر مجروح کیا گیا ہے۔ ہر طرف شریعت کا مذاق ہو رہا ہے۔ اسمبلیوں میں غیر اسلامی قوانین پاس ہوتے ہیں۔ ثقافتی شو اور رقص و سرود کی محفلوں کی نمائش سے ملک کی عزت و عظمت میں اضافہ سمجھا جاتا ہے۔

ان حالات میں آپ پر فرض ہے۔ کہ آپ آئندہ اسمبلیوں میں دیندار اور اسلام پسند لوگوں کو بھیجیں۔ آپ اپنے منتخب کردہ بی۔ڈی ممبروں کو مجبور کریں کہ وہ بک نہ جائیں۔ اور وہ اسلام کی سربلندی کے لئے اس ملک میں اسلامی قوانین کو رائج کروانے کیلئے بے حیائی و عریانی کا قلع قمع کرنے کیلئے علماء کرام۔ دیندار اور نیک حضرات کو صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے لئے ووٹ دیں۔ اللہ تعالیٰ بی۔ ڈی ممبرون کو اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کرنے کی ہمت عطا فرمائے (آمین)

دوسری چیز یہ عرض کرنی ہے۔ کہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کب بلاوا آ جائے اس لئے موت کے لئے ہر وقت تیار رہیں عمل صالحہ اور ذکر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اس نے آپ کو دیندار بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

ترجمہ :۔ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے۔ تو تم کو اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر کفران نعمت کرو گے۔ تو (یاد رکھو) کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے یہ نہ کہو کہ فلاں چودھری، نواب، بڑا افسر یا لینڈ لارڈ مسجد میں نہیں آتا۔ بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر پھٹکار ہے اللہ اُن کو اپنے دروازے پر آنے کی توفیق نہیں دیتا۔

دنیا کا بادشاہ یا بڑا آدمی اپنے دشمنوں کو اپنے پاس نہیں بلاتا۔ اُن کو اپنے در سے دور ہی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ہے، وہ کیسے اپنے باغیوں اور نافرمانوں کو اپنے دروازے پر بلائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ آپ کو نیکی کی توفیق ہوئی ہے۔ اپنی زندگی شریعت کے مطابق گزارنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ کہیں ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں کہ بارگاہ الٰہی سے راندے اور پھٹکارے جائیں۔ اپنی اصلاح کریں۔ اپنے بیوی، بچوں اور دوستوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں۔ اگر آپ کی اولاد نیک ہو گی تو وہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی۔ اگر خدانخواستہ وہ بدنکل آئی اور آپ نے اس کی اصلاح کی کوشش نہ کی تو وہ قیامت کے دن عذاب کا باعث ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اعلانات و داخلے

جامعہ حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور میں یکم اپریل ۱۹۶۵ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۶۵ء تک داخلہ جاری رہے گا۔ مختلف جماعتوں میں طلباء کی مطلوبہ تعداد درج ذیل ہے۔

پہلی جماعت ۔ ۵۰ طلباء : دوسری جماعت ۔ ۲۰ طلباء
تیسری جماعت ۔ ۱۵ طلباء : چوتھی جماعت ۔ ۲۰ طلباء
پانچویں جماعت ۔ ۱۰ طلباء

شرائط داخلہ حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ پہلی جماعت میں داخلے کے وقت بچے کی عمر چھ سال سے کم نہ ہو۔

۲۔ صرف ان طلباء کو داخل کیا جائے گا۔ جو چوبیس گھنٹے جامعہ میں قیام کریں، تاکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی دینی تربیت بھی ہو سکے۔

۳۔ پانچویں جماعت میں صرف ان طلباء کو داخل کیا جائیگا جو عربی کی ابتدائی واقفیت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے پانچ پاروں کے حافظ بھی ہوں۔

۴۔ فیس داخلہ ۔/۵ روپے۔ تعلیم اور رہائش کے اخراجات (خوراک۔ تعلیم۔ دھلائی پارچات۔ چارپائی۔ حجامت اور طبی سہولت) مبلغ ۔/۴۵ روپے ماہوار ہوں گے۔

درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوائی جائیں۔

ناظم جامعہ حمیدیہ معرفت سلطان فونڈری بادامی باغ لاہور

خانقاہ نقشبندیہ فضلیہ مسکین پور شریف کا سالانہ اجتماع ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۶۵ء بروز اتوار، پیر کی صبح کو ختم ہوگا احباب مجلس ذکر میں شرکت فرمانے والے آگاہ رہیں۔　　کلیم اللہ قریشی عفی عنہ

مدرسہ عربی اشاعت العلوم رفیق العلماء جامعہ مسجد چشتیاں ضلع بہاولنگر کا جلسہ مورخہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۶۵ء بروز پیر، منگل، بدھ کو منعقد ہو رہا ہے جس میں مشاہیر علماء تشریف لا رہے ہیں۔

(خطیب جامعہ مسجد۔ منڈی چشتیاں)

خطبہ جمعہ ۱۵ ذیقعد ۱۳۸۴ھ، ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء

قرآن عزیز کی صرف ایک آیت پر عمل کرنے سے

عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۲ - س بقرہ - آیت ۱۸۸)

ترجمہ:- اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

مال حلال کا کھانا تو صرف روزے کی حالت میں منع ہے اور مال حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے۔ (یعنی تمام عمر مال حرام سے بچنا اور پرہیز لازم اور ضروری ہے) اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغا بازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائز یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے (علاوہ ازیں حق تعالےٰ شانہٗ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ) نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو۔ ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق ہونے کا علم بھی ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ (۱) آپس میں ایک دوسرے کا مال کسی بھی ناجائز طریقے سے اپنے تصرف میں نہ لاؤ۔

(۲) جھوٹے دعوؤں، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلف ناموں اور رشوتوں کے لین دین سے بچو۔ نیز چوری خیانت، دغا بازی، جوا بازی، سودی کاروبار اور بیوع ناجائز کے قریب بھی نہ جاؤ۔

(۳) حاکموں کو اپنا طرفدار بنانے کے لئے مال کو ذریعہ نہ بناؤ اور نہ ہی تحفے تحائف دے کر حکام پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرو کیونکہ اسلام اور خدائے اسلام کے حکم کے مطابق یہ فعل سخت ناپسندیدہ اور حرام ہے۔

عدل و انصاف کے تقاضے

آپ اس چھوٹی سی آیت میں سمٹے ہوئے حقائق و معارف اور قانونی نکات کا ادراک کرنے کی کوشش کریں اور اندازہ فرمائیں کہ ان چند الفاظ میں اصلاح معاملات اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے کس قدر قیمتی اور سنہری اصول بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ جس قدر غور و تفکر کرتے جائیں گے یہ حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آتی جائے گی کہ معاشرے کے بے شمار مفاسد، نظام معاشرت کی ان گنت خرابیاں اور انتظامیہ کی لاتعداد بدعنوانیاں فقط اس ایک آیت پر عمل کرنے سے آن واحد میں دور ہو سکتی ہیں۔

اصل نیکی

یہ آیت واشگاف الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ افرادِ امت کے نفس پاکیزہ ہونے چاہئیں اور عبادات و فرائض کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ انفرادی طور پر بھی پاکیزہ و مزکّٰی ہو جائیں اور اجتماعی طور پر بھی پاکیزہ ترین اور بے نظیر امت کہلائے جانے کے مستحق ٹھہریں۔ یہاں اس امر کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ روزہ کی فرضیت سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے اندر فلاں چیزوں کو چھوڑنے کی عادت اس لئے پیدا کریں کہ آئندہ ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال اُن کے لئے چھوڑنا مشکل نہ رہے۔ اُن کے لئے مال حرام سے بچنا قطعی آسان ہو جائے اور وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی مرضیات پر چلنے کے اہل ہو جائیں۔

غرض

نچوڑ اس کا یہ ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ رمضان کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کر دیا جائے بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دیا جائے۔

اصلاح معاملات کے اصول

کون نہیں جانتا کہ مل جل کر رہنے سے تبادلۂ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے صاف اور برملا طور پر فرما دیا گیا کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کر کے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ لوٹ مار کرنا، قمار بازی میں گرفتار ہونا، دھوکے فریب، چال بازی اور دوسرے باطل طریقوں سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کر دینا چاہیئے۔ اسی طرح گانے بجانے کی اُجرت، شراب کا کاروبار (شراب کا بنانا اور خرید و فروخت وغیرہ) اور رشوت لینا، رشوت دینا،

جھوٹی گواہی دینا۔ امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا مال ناحق کھانا، سب باطل طریقے ہیں جو فوراً چھوڑ دینے چاہئیں۔

مزید برآں قرآن کریم نے یہ معاملہ زیادہ تر لوگوں کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا تاکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کرے، اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے۔ اعمال کے محاسبہ کا ڈر اپنے اندر رکھے، ہر معاملہ دیانتداری اور ایمانداری سے کرے اور ہر حال میں اپنے آپ کو خدائے علیم و بصیر کے سامنے جوابدہ سمجھے کیونکہ دوسروں سے دھوکہ ہو سکتا ہے لیکن قادر مطلق خدا اور دلوں کے بھید جاننے والے آقا و مولا کو کون فریب دے سکتا ہے؟

صاف ظاہر ہے کہ قرآن عزیز نے سوسائٹی میں عدل و انصاف قائم رکھنے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر نہ صرف یہ کہ رشوت کا قلع قمع کر دیا بلکہ ایسی احتیاطی تدابیر بھی اختیار کیں کہ اس کی طرف رہنمائی کرنے والے تمام راستے ہی مسدود کر کے رکھ دیئے۔

چنانچہ

پہلے اس بات پر زور دیا کہ نذرانے، ڈالیاں، دعوتیں اور رشوت کے دوسرے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر پڑ سکتا ہو ناجائز ہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں حاکم غیر جانبدار نہیں رہ سکتے۔ جانبداری ان میں راہ پا جاتی ہے۔ انصاف کی ترازو سیدھی نہیں رہتی، ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتا ہے، ظلم اور حق تلفی عام ہو جاتی ہے۔ جھوٹے دعوے، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیاں، جھوٹے حلف نامے اور حق بات سے کنی کترانا عام ہو جاتا ہے۔ اس طرح بدعنوانیاں بڑھتی ہیں، قتل و خون کا بازار گرم ہوتا ہے۔ چوری چکاری اور ڈکیتی کی وارداتیں ترقی پذیر ہو جاتی ہیں، عوام کے حقوق غصب ہوتے ہیں اور معاشرے میں مختلف قسم کے مفاسد جڑ پکڑتے ہیں جن سے بچنے کیلئے اسلام نے سیدھی سی بات کہہ دی اور یہ قانون بنا دیا کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

اہم ترین تلقین

دوسری اہم بات اسلام نے یہ تلقین کی کہ ہر معاملہ میں اور دین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور برائی پر ملامت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت کے فیصلے بہرحال مقدمہ کی صورت حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہوں گے اور ان میں غلطی ممکن ہے۔ کیونکہ کوئی عادل عالم الغیب نہیں لہذا کسی حاکم کے فیصلے کے باوجود اصل مجرم ان کی نگاہ میں جرم سے اور گناہ گار اپنے جرم کی سزا سے بچ سکتا ہے لیکن انسان کا اپنا ضمیر اسے دھوکا نہیں دے سکتا اور یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہے گی کہ جو حق ہے وہ عند اللہ حق ہی رہے گا اور جو ناحق ہے وہ اللہ کے ہاں ناحق ہی شمار ہوگا۔ اگرچہ حکام کا فیصلہ اس کے خلاف ہی ہو۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ جو لوگ اپنی چرب زبانی سے، سخن سازی سے، اپنے اثر و پیروی سے جھوٹے مقدمات جیت جاتیں انہیں اور زیادہ ڈرنا چاہیے، کہ ان پر علاوہ دوسرے جرائم اور فریق ثانی کی حق تلفی کے ایک مزید جرم حاکم عدالت کو فریب دینے کا بھی عائد ہوتا ہے۔

حدیث شریف

میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا "میرے پاس مقدمہ آتا ہے، مدعی چرب زبانی سے دعویٰ ثابت کر دیتا ہے حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے۔ میں اس بیان کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔ آمین۔

رشوت، رشتہ، سفارش

محترم حضرات! قانون خداوندی کی مذکورہ بالا شقوں کو سامنے رکھئے اور اپنے گرد و پیش پر نگاہ دوڑا کر دیکھیے تو صاف نظر آئے گا کہ قانون اسلامی کے عدم نفاذ کے باعث اور تعلیمات اسلامیہ سے جہالت کے سبب سے کس قدر گمراہیاں اور بدعنوانیاں ملک میں راہ پا چکی ہیں۔ صرف رشوت جو کہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے ملک میں اس قدر عام ہے کہ صدر مملکت تک کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قانون اس کے مقابلے میں بالکل بے جان ہے۔

یقین جانئے صرف اس ایک برائی کے باعث ہزاروں برائیاں معاشرے میں نشوونما پا رہی ہیں اور ملک کو گھن کی طرح کھاتے چلی جاتی ہیں۔ جس طرف دیکھو "دام بنائے کام" کی مثل زبان حال سے اپنی صداقت کا اعلان کرتی دکھائی دیتی ہے اور حال یہ ہے کہ ہر کام رشوت سے نکلتا ہے جو مسکین رشوت نہیں دے سکتا وہ انصاف کے دروازے سے اپنا حق نہیں مانگ سکتا۔ ہزاروں غریب ایسے ہیں جو مہینوں تک دفاتر کا طواف کرنے کے بعد بھی اپنی آواز حکام تک نہیں پہنچا سکتے۔ ان کی کوئی نہیں سنتا اور وہ بے یار و مددگار مختلف دروازوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ ہر کس و ناقص شہادت دے گا اور ہر بے کس شہری کی زبان سے یہ الفاظ سنے جا سکتے ہیں کہ مجرم قانون کی گرفت سے مکمل رہائی پا سکتا ہے بشرطیکہ وہ رشوت دے یا کسی بڑے صاحب کا رشتہ دار ہو اور یا وہ کسی صاحب اقتدار سے سفارش کرا لے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

جب یہ حال ہو تو پھر کیونکر مان لیا جائے کہ ملک میں بڑھتے ہوئے جرائم کا سدباب ہو سکتا ہے۔

واحد حل

جرائم و مفاسد کے روکنے کا صرف اور واحد حل یہ ہے کہ ملک میں تعلیمات اسلامیہ کو عام کیا جائے۔ قانون اسلامی کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کسی رو رعایت سے کام نہ لیا جائے۔

میرا دعوے

ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام تو بڑی بات ہے اگر قرآن کریم کی صرف اسی چھوٹی سی آیت پر عمل درآمد شروع ہو جائے تو جھوٹے دعووں، جعلی حلف ناموں، اہلکاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذرانوں، قیمتی ڈالیوں شاندار دعوتوں اور دوسری بے شمار مصیبتوں کا جو عدالتی کارروائیوں اور انتظامی معاملات کے سلسلے میں کام میں لائی جاتی ہیں قطعی خاتمہ ہو جائے۔ ان کا وجود ناپید ہو جائے اور دھوکہ، فریب، خیانت، ظلم زیادتی، بے انصافی کا نشان بھی ڈھونڈے سے نہ ملے۔

یقین جانئے! اس ایک آیت پر عمل پیرا ہونے سے میرا یقین ہے کہ عدل و انصاف کے

باقی صفحہ ۱۳ پر

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

سب سے بڑی تجارت میں انسان کی لاپرواہی

صبح ہوتے ہی ہر باشعور انسان کسی نہ کسی کام میں لگ جاتا ہے اور اس کی اس جدوجہد کا یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ اس میں شعور اور ادراک کار فرما ہوتے ہیں یعنی بیداری سے لے کر نیند کے غلبہ تک ہر ایک انسان اپنے اپنے دل پسند مشغلے میں مصروف عمل رہتا ہے۔ رات کو بستر راحت پر بعض تو مسرت کی نیند سو جاتے ہیں اور بعض کی رات تارے گنتے گذر جاتی ہے اور یہ اثر ہوتا اس عملی زندگی کا جس میں اس نے سارا دن گذار دیا۔ حالانکہ دن بھر کے یہ سارے کام تجارت، ملازمت، مزدوری غور و فکر، نہ تو کسی ناقابلِ تلافی نقصان کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی ابدی راحت کے ضامن ہو سکتے ہیں بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک دن تجارت میں خسارہ اٹھانے والا دوسرے دن اتنا نفع کمالے کہ ساری کسر نکال لے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دن بے انتہا نفع کمانے والے دوسرے انسان ایسے نقصان کا شکار ہو جائے کہ اپنی پونجی بھی کھو بیٹھے۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑی تجارت پر متنبہ فرماتے ہوئے اس کے نفع اور نقصان کی نشان دہی فرمائی ارشاد گرامی ہے

کل الناس یغدو فبایع نفسہ فمعتقہا او موبقہا او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) ہر انسان صبح ہوتے ہی اپنی عمر عزیز کی تجارت کرنے لگ جاتا ہے نتیجہ کے طور پر یا تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے اور یا آزاد کر لیتا ہے۔

ارشاد عالی کا مطلب اور تشریح یہ ہے کہ دنیا کے یہ سارے کاروبار جو نیند سے بیدار ہوتے ہی ہر ایک انسان شروع کرتا ہے ان سب کی پونجی اور سرمایا اصلی نہ ہو تو وہ چند سکے ہیں جن کو وہ سرمایہ سمجھ رہا ہے نہ وہ تجارت اور زراعت ہے جس میں وہ منہمک ہے اور نہ ہی وہ ملازمت ہے جس کو اس نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ دراصل یہ تجارت وہ اپنی اس عمر عزیز کی کر رہا ہے جس کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے زیادہ بیش قیمت ہے بلکہ جسکی ایک گھڑی بھی دوبارہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون

جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا تو ایک لمحہ بھی وہ آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔

اگر شام تک اس انسان نے وہ کام کر لئے جو اس کی ابدی زندگی کے لئے مفید ہیں پھر تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو جہنم سے بچانے میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیگا اور اگر اس نے وہ کام کئے جن سے اس کی ابدی زندگی برباد ہو رہی ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔ اسلئے ہر انسان کو اپنی دنیاوی کامیابی اور کامرانی کو اس معیار سے دیکھنا چاہیئے کہ اس کے بعد رضاء خداوندی کس درجہ حاصل ہو چکی ہے اگر کسی دنیاوی کامرانی اور کامیابی سے زیادہ رجوع الی اللہ اور انابت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اس تجارت میں کامیاب ہے اور اگر اس کے بعد نافرمانی اور شقاوت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو انسان کو متنبہ ہونا چاہیئے کہ یہ اس کی بربادی اور تباہی کے آثار ہیں قرآن کریم میں دونوں قسم کے انسانوں کا ذکر ہے ان خوش بخت پاک بازوں کو بھی قرآن کریم نے اسوہ حسنہ کی شکل میں پیش فرمایا جو اپنی ہر کامیابی کو خداوندِ قدوس کی رحمت سمجھے اور اس کے حصول پر ان میں اطاعت اور انقیاد کا جذبہ پہلے سے زیادہ پیدا ہوا۔ اور ان انسانوں کو بھی بیان فرمایا جو اپنی متاع عزیز کو بیچ کر عارضی راحت کو اپنی کامیابی سمجھ بیٹھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس چشم زدن سے بھی تھوڑی دیر میں ملکہ سبا بلقیس کا تخت آ پہنچا تو آپ میں جذبہ عبودیت اور زیادہ پیدا ہوا اور آپ نے بجائے کہ اپنی طاقت اور علم و حکمت پر ناز کرتے فوراً یہ اظہار فرمایا۔

قال ھذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم،

اس کے برعکس قارون کو جب خداوندِ قدوس نے دولت عطا کی اور وہ اس کے نشے میں اس قدر سرمست ہوا کہ حقوق خداوندی ادا کرنے سے منہ موڑ لیا نبی برحق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی راہ نمائی کرتے ہوئے فرمایا۔ (احسن کما احسن اللہ الیک) مگر وہ اسباب کا پجاری خواہشات کا بندہ اس بات کو نہ سمجھ سکا اور یہ کہنے لگا، انما اوتیتہ　غرضیکہ ہر انسان کو زندگی کے ہر موڑ اور ہر لمحہ یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی بیچ رہا ہے اگر اس کی زندگی کے بدلے میں اس کو ایسی نعمت مل گئی جس نے نہ صرف اس پونجی کو بچایا بلکہ اس کو ایسا نفع دیا جو لاثانی اور اس کی محنت سے کئی گنا زیادہ ہے جو پھر وہ کامیاب ہو گیا ارشاد قرآنی ہے۔

فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز

اور اگر اسی متاع دنیا کے چکر میں رہا تو اس کی حقیقت قرآنی الفاظ میں یہ ہے۔

وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور

اور اس دھوکہ اور ملمع شدہ چیز کو حقیقت سمجھنے والے نقصان میں ہیں ارشاد قرآنی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝

ابراھیم ۴۵ ۱۷

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بدلہ دیا اللہ کی نعمت کو کفر کے ساتھ۔ اور داخل کر دیا اپنے قبیلوں کو ہلاکت کے گھر میں۔ جو جہنم

باقی صفحہ ۱۰ پر

محمد شفیع عمر الدین
(حیدرآباد)

غفلت میں زندگی برباد نہ کرو

یہ بھی سوچا تو نے اے بیگانۂ سود و زیاں
آج کی غفلت سے کل کیا ہوگی تیری داستاں

ہماری موجودہ زندگی محض عارضی ہے۔ اس کے بعد آئندہ ملنے والی زندگی کو دوام اور بقا حاصل ہے۔ اُس دائمی زندگی کے مقابلے میں یہ عارضی زندگی ہیچ ہے۔

اس لئے

ہر فرد و بشر کا فرض ہے کہ اِس چار روزہ زندگی میں آئندہ آنے والی دائمی زندگی کے لئے نیک اعمال کا سرمایہ جمع کرتا رہے۔ اور محض دنیا کا بندہ بن کر آخرت برباد نہ کر بیٹھے۔

یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ

(الروم آیت ۷ - ۱۰)

ترجمہ:- دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں۔ اور وہ آخرت سے غافل ہی ہیں۔ کیا وہ اپنے دل میں خیال نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے عمدگی سے اور وقت مقرر تک کے لئے بنایا ہے؟ اور بے شک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔ کیا انہوں نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ ان سے بڑھ کر قوت والے تھے۔ اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا۔ اور ان سے بہت زیادہ آباد کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لیکر بھی آئے تھے۔ پھر اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر بُرا کرنے والوں کا انجام بھی بُرا ہی ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے۔

حاشیہ حضرت مولینا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

(یعلمون ..... غفلون) یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا، پینا، اوڑھنا، بونا جوتنا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہ ہی ان کے علم و تحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر نہیں کہ اس زندگی کی تہہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے۔ جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے بُرے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوش حال نظر آتا ہے وہاں بھی خوش حال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے۔ یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن اس کا انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

(اولم ..... اجل مسمی) یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار پیدا نہیں کیا۔ کچھ اس سے مقصود ضرور ہے۔ وہ آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی لیکن اس کے تغیرات و احوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہو گا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائے گا۔

(وان ..... لکفرون)۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب و کتاب دینا پڑے۔

(اولم یسیروا... بالبینٰت)۔ بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد و ثمود) جنہوں نے زمین کو جوت کر لالہ و گلزار بنایا۔ اُسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں۔ ان منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی، لمبی عمریں پائیں۔ اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں! جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں سُنا کہ انجام کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد کئے گئے۔ اُن کے ویران کھنڈر آج بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا اُن میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں؟

(فما ..... یظلمون) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ اور وہ کام کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ بربادی ہو۔ تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عدل و رحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدوں کو پوری طرح ہوشیار کئے

پکڑتا بھی نہیں۔
(ثم ..... یستھزءون)۔ تو وہ نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب و استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہیئے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں۔ کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے۔

چوپایوں سے بدتر

اس طرح فرائض منصبی کو فراموش کر کے غفلت میں زندگی گذارنے والے چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

(الاعراف آیت ۱۷۹)

(ترجمہ) اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں۔ اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں۔ اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے۔ بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام صاحبؒ

(۱) یہ آیت بظاہر آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے مفسرین نے وہاں "لیعبدون" میں "لام غائت" اور یہاں "لجہنم" "لام عاقبت" مراد لیا ہے۔ یعنی سب کے پیدا کرنے سے مطلوب اصلی تو عبادت ہے۔ لیکن بہت سے جن وانس چونکہ اس مطلب کو پورا نہ کریں گے۔ اور انجام کار دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ اس انجام کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گویا دوزخ ہی کے لئے پیدا ہوئے۔ کما فی قولہ تعالیٰ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا۔ باقی محققین کے نزدیک اس تکلف کی حاجت نہیں۔ وہ دونوں جگہ لام غائت ہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر "لیعبدون" میں "غائت تشریعی" اور یہاں "لجہنم" میں "غائت تکوینی" بیان کی گئی ہے۔ اس کی شرح و تفصیل (انشاء اللہ) اُسی مضمون میں کریں گے۔ جو علیحدہ مسئلہ قضا و قدر کے متعلق ہم لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

(۲) یعنی دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں۔ لیکن نہ دل سے "آیات اللہ" میں غور کرتے ہیں۔ نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تعمق و اعتبار مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں۔ جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام ادراکات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود ہوتے ہیں یہ ہی حال ان کا ہے۔ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے۔ اس کے ڈانٹنے سے رُک جاتا ہے یہ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے۔ پھر جانور اپنے فطری قویٰ سے وہ ہی کام لیتے ہیں جو قدرت نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ زیادہ کی ان میں استعداد ہی نہیں۔ لیکن ان لوگوں کی روحانی و عرفانی ترقیات کی جو فطری قوت و استعداد ودیعت کی گئی تھی اُسے مہلک غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع اور معطل کر دیا گیا۔

مہلک غفلت

اس سے بڑھ کر مہلک غفلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ غفلت کی تاریکیوں میں پھنس کر اس حقیقت کو فراموش کر دے کہ یہ دنیاوی زندگی محض عارضی ہے۔ اور اسے ایک دن مر کر اپنے خالق حقیقی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ نیز قیامت کے دن اچھے بُرے اعمال کی جزو سزا ہر کس کو ملنی ہے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

(یونس آیت ۴)

ترجمہ۔ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا پانی پینے کو ہوگا۔ اور ان کے کفر کے سبب سے دردناک عذاب ہوگا۔

معرفت کردگار

اب اگر بندہ غفلت کے پردے آنکھوں سے ہٹا کر دیکھے تو نظام عالم کی بڑے سے بڑی چیز سے لے کر چھوٹے سے چھوٹی چیز اسے اس حقیقت کی طرف رہنمائی کر رہی ہے کہ ہم سب کا خالق ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری مادی ضروریات کے لئے چاند سورج وغیرہ پیدا کئے اسی طرح ہماری روحانی ترقی کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر حضرت سیدنا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھیک رکھیں اور یہ تعلق ٹھیک تب رہ سکتا ہے جب ہم اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کریں۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ

وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝

(یونس آیت ۵-۶)

ترجمہ- وہی ہے جس نے سورج کو روشن بنایا- اور چاند کو منور فرمایا- اور چاند کی منزلیں مقرر کیں- تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو- یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے- وہ اپنی آیتیں سمجھ داروں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے- رات اور دن کے آنے جانے میں، اور جو چیزیں اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝

(یونس آیت ۷-۸)

ترجمہ- البتہ جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے- اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ان کا ٹھکانہ آگ ہے بسبب اس کے جو کرتے تھے۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ

"جو لوگ دنیا کے کاروبار میں محو ہیں- روحانی آفتاب نبوت سے فائدہ نہیں اٹھاتے- اور خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے روبرو حاضر ہونے کے قائل نہیں ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"

نزول قرآن کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا-
تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝

(الاحقاف- آیت ۱)

ترجمہ- یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

نزول قرآن کریم کا مقصد غافلوں کو ڈرانا مقصود ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تعلق باللہ ٹھیک رکھیں- اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام پر چل کر آخرت کے عذاب سے بچیں۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

(یٰس آیت ۱-۷)

ترجمہ- قرآن حکمت والے کی قسم ہے بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں سیدھے راستے پر- غالب رحمت والے کا اتارا ہوا ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن کریم کا مقصد تمام اقوام عالم کو ڈرا کر اللہ تعالیٰ کے اس سیدھے راستہ پر چلانا مقصود ہے جو قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے- اور غفلت کے پردے قرآن مجید کی تعلیم کو اپنانے سے ہی دور ہو سکتے ہیں- جتنا ہم اس کی پاکیزہ تعلیم پر چلیں گے اتنا ہی غفلت سے دور ہوں گے- اگر اس کی تعلیم سے پہلو تہی کریں گے تو ہماری زندگی غفلت میں برباد ہو جائے گی- لہٰذا قرآن کے احکام پر چلو۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(الانعام- آیت ۱۵۵)

ترجمہ- یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر قدس اللہ العزیز

"اس بابرکت کتاب کا اتباع کرو- تاکہ تم میں برکت کا رنگ آئے- اور رحم کئے جاؤ۔"

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

آمین یا اللہ العالمین

بقیہ:- انسان کی لاپرواہی

ہے- داخل ہو جائیں گے اس جہنم میں اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے- اور بنا دیئے انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک اس کی راہ سے بہکانے کے لئے آپ ان سے فرما دیجئے دنیا کا نفع اٹھا لو- پس بے شک تمہارا ٹھکانہ آگ کی طرف ہے۔

آپ فرما دیجئے میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے وہ رواج دیں نماز کو- اور خرچ کریں ہر اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی پوشیدگی میں اور کھلے طور پر- اس دن کے آنے سے پہلے جس دن نہ کوئی سوداگری ہو گی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی- اللہ وہ ذات ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا بلندی سے پانی- پس نکالا پانی کے ساتھ پھلوں کو رزق تمہارے لئے- اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ چلیں وہ دریاؤں میں اس کے حکم کے ساتھ- اور کام میں لگا دیئے تمہارے لئے یہ سارے دریا- اور کام میں لگا دیئے تمہارے لئے سورج اور چاند ہمیشہ چلنے والے اور کام میں لگا دیئے تمہارے لئے رات اور دن- اور دیا تم کو اللہ نے ہر اس چیز سے جو تم نے مانگا- اور اگر تم گننے لگو میری نعمتوں کو ہرگز نہ گن سکو گے- بیشک انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرہ ہے۔

"وما علینا الا البلاغ"

جلسہ

بفضل تعالیٰ مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کا سالانہ جلسہ حسب دستور سابق مورخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۶۵ء بروز ہفتہ، اتوار، پیر منعقد ہو رہا ہے- جس میں مندرجہ ذیل علماء کرام تشریف لا رہے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔

(۲) حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں۔

(۳) حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری

(۴) حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب

وغیرہ-

(بندہ محمد قاسم ناظم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی)

افضل الذکر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

★ ——— محمد امین :- بورسٹل جیل لاہور

ذکر کا لفظ قرآن میں کم و بیش ایک سو پچاس بار آیا ہے ۔ اور مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ ذکر کے لفظی معنی یاد کرنا ، بار بار دہرانا ہے ۔ لیکن مذہبی اصطلاح میں اس سے مراد ۔ اللہ ، اللہ کرنا ہے ۔ قرآن میں یہ لفظ نماز ، بیان غور ، اطاعت اور نصیحت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے ۔ بلکہ ذکر سے مراد قرآن اور نماز بھی ہے ۔ "ذاکرین اور ذاکرات" کے الفاظ بھی قرآن میں آئے ہیں جس سے مراد ذکر کرنے والے نیک مرد اور ذکر کرنے والی نیک عورتیں ہیں ۔ جن کی کلام اللہ میں تعریف کی گئی ہے ۔

کائنات میں غور و فکر کرنا مخلوقات کے متعلق سوچنا ۔ خدا کی خدائی میں غور و خوض کرنا ۔ اور اپنی پیدائش کے متعلق سوچنا ۔ سب ذکر اور عبادت ہے ۔ ابتداء میں یہ ذکر و فکر زبان سے ہوتا ہے ۔ پھر توجہ اور زبان کی مشق سے دل خود ہی ذکر کا خوگر ہو جاتا ہے ۔ اور ہر وقت دل اور زبان ذکر الٰہی کرتے ہیں ۔ یہی منشاء ایزدی ہے ۔ پھر استغراق کا مقام ہے جسے فنا فی اللہ بھی کہتے ہیں ۔ دین اسلام میں ذکر کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اسے سب سے بڑی عبادت کہا ہے ۔ پارہ نمبر ۲۱ پہلی آیت آیا ہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط

ترجمہ :- نماز یقیناً برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے ۔

اور اللہ کی یاد سب سے بڑی عبادت ہے ۔ عام مساجد پر لکھا ہوتا ہے کہ افضل الذکر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ور اصل ذکر تمام عبادات کی روح ہے ۔ اگر یادِ الٰہی نہ رہے ۔ تو عبادت جسد بے روح ہو کر رہ جاتی ہے ۔ ذکر ہی کی بدولت دوسری عبادات کی لذت آتی ہے اور سب سے بڑی فضیلت بھی اس ذکر کی بدولت حاصل ہوتی ہے ۔ حقیقت میں جملہ عبادات میں ہی اس بات کی مشق کہ خدا یاد رہے اور ذکر خدا زبان و دل پر جاری اور ساری رہے ۔ بلکہ سارے جسم میں سرایت کر جائے ۔ مشکوٰۃ شریف میں ذکر کی فضیلت اس طرح آئی ہے کہ افضل ترین عمل بھی یہی ہے ۔ کہ موت کے وقت تک زبان ذکر الٰہی سے تر رہے ۔ ذکر الٰہی کی جتنی فضیلت زیادہ ہے ۔ اتنا ہی آسان بھی ہے ۔ نماز کے لئے بڑی شرائط ہیں ۔ مثلاً طہارت ۔ وضو ۔ وقت جماعت اور مسجد وغیرہ ۔ لیکن ذکر کے لئے کوئی شرط نہیں ۔ ہر جگہ ہر عمر ، ہر وقت ۔ پیر و جواں ، مرد و زن ذکر کر سکتے ہیں ۔ بس ذرا توحید میں سوچا ۔ اور سارا بدن نغمہ توحید سے گونج اٹھا ۔ اور ذرا کائنات میں غور و تدبر کیا ۔ اور خدا کی عظمت دل پر بیٹھ گئی ۔ بس یہی ذکر ہے ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ہ وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ہ

میں بھی صبح و شام کثرت ذکر و فکر کا اشارہ ہے (سورۃ احزاب پارہ نمبر ۲۲ ع شروع ۔

سورۃ آلِ عمران میں مزید فرمایا کہ خدا کو کھڑے ، بیٹھے اور پہلو کے بل یاد رکھو ۔ سورۃ بلکہ سورۃ الانفال میں حکم ہے کہ جنگ کے وقت ، موت کے بازار اور دشمن کے مقابلے میں بھی خدا یاد رہے ۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اللہ تو ہی میرا دست و بازو ہے تو ہی میرا مددگار ہے اور میں تیرے سہارے پر ہی لڑتا ہوں ۔

ایک دفعہ ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ امیر لوگ باقی حاجت ہماری طرح کرتے ہیں ۔ لیکن صدقہ اور خیرات کر کے ہم سے سبقت لے جاتے ہیں ۔ حضورؐ نے فرمایا آؤ میں تم کو ایک ایسا عمل (ذکر) بتاؤں جس کی بدولت تم بھی ان کی برابری کرو ۔ وہ یہ ہے ۔ تسبیح پڑھا کرو ۔ فرمایا "سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر" کتنا ذکر ہے اس سے گناہ جھڑتے ہیں اور یہ صدقہ کے قائم مقام ہے ۔ کوئی آدمی خدمت خلق کا جذبہ رکھتا ہو ۔ مگر مجبور اور معذور ہو ۔ بیمار ہو ، ضعیف ہو ، تو اللہ کو یاد کرے ۔ کیونکہ ذکر الٰہی بھی خدمت خلق ہے ۔ بڑھاپے میں ذکر کی طرف زیادہ متوجہ ہونا چاہیئے ۔ حضورؐ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ سورت نصر سے پایا جاتا ہے کہ فتوحات کے بدلے خدا کی تسبیح و شکر زیادہ کریں اور یہ سورۃ حضورؐ کی زندگی کے آخری سالوں میں نازل ہوئی تھی پارہ ۳۰ ۔ سورت نصر ۔

اعتکاف بھی ذکر الٰہی کی ایک صورت ہے ۔ جیسا کہ ہر سال ہر مسجد میں ایسا ہوتا ہے ۔ خلوص اور ذکر میں فکر کی شرط بھی ضروری ہے ۔ کائنات میں غور ، جنگل دریا ، پہاڑ ، سمندر ، نباتات ، باغات ، ستارے ، شمس و قمر اور لیل و نہار میں غور کرنا ، سوچنا ، خود اپنی ابتداء اور پیدائش پر غور کرنا ، سب عبادت اور ذکر ہیں ۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ خدا کی مخلوق اور کائنات میں غور کرنا عبادت ہے البتہ ذکر میں "ریا" نہ ہو ۔ صرف بوجہ اللہ ہو ہرگز ہرگز نمائش نہ ہو ۔ بلکہ کسی کو تنگی بھی نہ ہو بلکہ کسی کی عبادت اور

نیند تک میں بھی خلل نہ آئے۔ مزید فرمایا یہ پارہ ۸ سورہ اعراف ہے۔ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ" اپنے رب کو عاجزی اور مخفی طور پر پکارو۔ اس لئے ذکر جہر سے خفی ذکر افضل ہے کمال یہ ہے کہ ذکر اور یاد کے وقت دل لرز جائے اور امید و بیم کی کی کیفیت طاری ہو جائے اور جلال کے ساتھ جمال بھی رہے یعنی خوف کے ساتھ رحم کی امید بھی ہو۔ مزید فرمایا خدا کے متعلق حسن ظن بھی عبادت ہے جس طرح کسی غلطی پر ماں سے بچہ ڈر جاتا ہے مگر ماں کی محبت کی وجہ سے بچے کو ایک گو نہ امید بھی ہوتی ہے۔ یہی حال خدا اور بندے کا ہے۔ گنہگار کو ہمیشہ پر امید رہنا چاہیئے اور امید و بیم کی کیفیت میں خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے جس طرح اچھی دستکاری اور مصنوعات دیکھ کر دست کار اور صنعت کار کی تعریف کی جاتی ہے اسی طرح کائنات کو دیکھ کر حقیقی صنعت کار کی تعریف بھی کرنی چاہیئے یہ بھی ذکر ہے۔ ایک آدمی کے لئے انٹ کا قد کاٹھ اور بے ڈول ہونا خدا کی قدرت کا نمونہ ہے اسی طرح ایک دانشور کے لئے مکڑی کا جالا اور شہد کا گھروندا اور خود مکڑی اور مکھی کے اندر انسانی مشینری اور لطیف و نفیس اعضاء اور اس حقیر مخلوق کے کارنامے خود بخود سائنسدان کو مالکِ حقیقی کی یاد دلاتے ہیں۔ یہ بھی ذکر الٰہی ہے۔

محقق ہماں بیند اندر ابل
کہ در خوبرویانِ چین و چگل

ذکر و فکر لازم و ملزوم ہیں۔ ذکر کے پودے کے لئے خلوص کی تراوت اور فکر کی آب و ہوا ہونی چاہیئے۔ پھر ایمان تازہ رہتا ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ جمادات، نباتات، ہر شئے ذکر کرتی ہے اور تسبیح و تحلیل کہتی ہے۔ فکر یہی ہے کہ کائنات میں گہرا غور کیا جائے۔ بلکہ فرمایا اپنے جسم کے اندر غور کرو تو رب کو پا لوگے۔ "وفی انفسکم افلا تبصرون"

ذکر کا طریقہ پارہ نمبر ۹ سورۃ اعراف کے آخری رکوع سے ملاحظہ کریں۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ۔

ترجمہ: اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو صبح کے وقت اور شام کے وقت دل میں نہایت عاجزی کے ساتھ اور غافل نہ ہو۔ یعنی اپنے رب کو عاجزی اور دھیمی آواز سے یاد کر اور گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے آہستگی سے یاد رکھ اسے قلبی ذکر کہتے ہیں۔ اور یہی اولیٰ ہے کہ آواز دھیمی ہو بہت بلند نہ ہو۔ ذکر سے دوسروں کی عبادت میں خلل نہ آئے اور نہ نمائش اور نہ ریا کا احتمال ہو، ریا خدا کو پسند نہیں بلکہ شرک کی ایک قسم ہے۔ علاوہ ازیں نشاط دل اور روحانی تعلق کے لئے ندا خفیا ضروری ہے۔ حضرت ذکریا کی دعا تھی۔ جہاں سجدہ اور دعا میں ان کو بیٹے کی خوشخبری دی گئی تھی جب ذکر گہرے مفہوم اور دل کے احساس سے ہو گا تو دل و زبان پر اثر کرے گا اور اس طرح زبان پر ذکر جاری ہونے سے دل پر بھی ذکر جاری رہے گا۔ یہی مقصود ذکر ہے۔ ذکر کے کلمات میں اللہ کے نام افضل ہیں۔ اور سب اسماء حسنیٰ میں افضل الذکر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے۔ چونکہ اللہ کو اپنا ذکر زیادہ پسند ہے۔ اس لئے اسی کے نام کا ورد کرنا چاہیئے خدا کے نام میں بڑی تاثیر ہے۔ ویسے اور بھی ذکر ہیں۔ کسی ایک پر محدود نہیں کیا جا سکتا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبحان اللہ الحمد للہ۔ اللہ اکبر وغیرہ سب خدا کے نام ہیں۔ قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ درود بھی ذکر ہے۔ نماز ذکر ہے اور قرآن سمجھ کر پڑھنا بھی ذکر ہے۔

کیونکہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ جیسے خدا سے محبت ہے۔ اسے کلام اللہ سے بھی محبت ہونی چاہیئے۔ لہٰذا قرآن بھی ذکر ہے اور اس سے راحت اور نشاط ملتی ہے بلکہ لکھا ہے کہ قاری خدا سے ہمکلام ہوتا ہے بزرگان لکھتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھو کہ خود قاری پہ نازل ہو رہا ہے پھر لذت زیادہ ہو گی۔

خدا اور اس کے کلام کے بعد جیسا خدا کی یاد بھی ذکر اور عبادت ہے۔ خدا کے محبوب کا ذکر درود شریف ہے قرآن اسی ذکر کا حکم ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلامتی بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی رسول اللہ صلی اللہ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ پارہ نمبر ۲۲ سورت احزاب ع

مذکورہ عمل سے درجے بلند ہوتے ہیں۔ گناہ جھڑتے ہیں اور ثواب ملتا ہے۔ بلکہ زیادہ درود پڑھنے کی حالت میں حضورؐ کے جھنڈے کے سایہ میں جگہ ملے گی۔ نماز۔ نفل۔ درود۔ قرآن اور اللہ اللہ کرنا، سب ذکر میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی حضورؐ کا نام سن کا درود نہ پڑھے اس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔

ذکر و فکر کا یہ بھی مطلب نہیں کہ دنیا کے کام چھوٹ جائیں" بلکہ دل یار ول ہتھ کا رول" کی طرح عمل ہو اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا دل میں یاد رہنی بھی کافی ہے۔ بس دل یاد میں لگا رہے اور ہاتھ کام پہ لگا رہے۔ حضورؐ نے جو اذکار ذکر فرمائے ہیں وہ بہت مختصر اور آسان ہیں۔ دنیاوی فعل ذکر میں مانع نہیں ہیں۔ ہاں یہ ضرور فرمایا کہ تمہاری اولاد اموال، تمہیں ذکر الٰہی سے غافل نہ کردیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ کی یاد سے تمہارے مال و جان اور اولاد تمہیں ہلاکت میں نہ ڈال دیں۔ کوئی مشغل ہو یا کاروبار ہو۔ مگر دل میں خدا کی یاد ضرور ہو۔ خوف ہو۔ اس کا ڈر ہو اس خوف و ڈر سے حساب و کتاب صاف رہے گا۔ اور خدا راضی ہو جائے گا کیونکہ خدا کی فرمانبرداری بھی ذکر ہے

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش نقرہ و فرزند و زن

جماعتی ذکر میں ایک دوسرے پر اثر ہوتا ہے اور ایسی مجالس پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ رحمت کے فرشتے ایسی جماعت کا احاطہ کرتے ہیں۔ اور خدا ایسی مجلس کی بخشش کا ضامن اور فرشتوں کو گواہ بنا لیتا ہے نیز جماعتی

ذکر میں تاثیر بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس طرح صحابہ کبارؓ بھی حلقہ بنایا کرتے تھے۔ جن کو اصحاب صفہ کہتے تھے وہ سکون اور آرام سے تسبیح اور تحمید کیا کرتے تھے۔ سورت کہف کی آیت مبارک واذکر ربک

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کو یاد کر لیا کریں۔ پارہ نمبر ۱۵

اور آخر میں عرض کروں کہ خداوند کریم نے فرمایا۔ کہ تم مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا
فاذکرونی اذکرکم۔ پارہ نمبر ۲۔ ع ۲

اور یہی رحمت باری کے نازل ہونے کی نشانی ہے کہ خود اپنے ذاکر کو اپنی رحمت میں سمو لیتا ہے۔ وہی مشکل میں رفیق ہوتا ہے۔ وہی سنتا اور مدد کرتا ہے۔ اور کبھی اپنے ذاکر کو مشکل میں جانے نہیں دیتا۔ وہی سہارا اور آسرا بن جاتا ہے۔ قرآن میں بار بار آیا ہے کہ میں اپنے بندے کے قریب ہوں، دعا سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ جہاں ایک ہو وہاں دوسرا میں ہوتا ہوں، اور دوسرے کے ساتھ تیسرا بھی میں ہوتا ہوں۔ اور جس طرح بندہ خدا کے متعلق گمان کرتا ہے ایسا ہی ہو جاتا ہوں۔ جو جی میں یاد کرے ویسا میں بھی کرتا ہوں۔ اگر برسر عام یاد کرے، تبلیغ کرے۔ میں بھی برسرعام یاد کرتا ہوں۔ یعنی اسے مقبول بنا دیتا ہوں۔ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ آیت مبارک
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حضورؐ کا حکم ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ نماز معراج ہے "الصلوٰۃ معراج المومنین" (حدیث شریف)

راحت اور اطمینان کارخانوں میں نہیں۔ زیادہ زمینوں میں نہیں۔ زیادہ مال مویشی میں نہیں۔ زیادہ مال اور اولاد میں نہیں۔ بلکہ ان میں پھنس کر انسان زیادہ پریشان رہتا ہے۔ اطمینان اور سکون اللہ کی یاد میں ہے۔

ورنہ کئی کروڑوں پتی کیا لاکھوں پتی بے چین اور پریشان نظر آتے ہیں انہیں ذہنی سکون اور آرام حاصل نہیں مگر اس کا علاج مذکورہ بالا آیت میں ہے۔ یعنی ذکر اللہ بھی اس پریشانی کا مداوا ہے۔

سورت طٰہٰ میں فرمایا ہے۔ جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا۔ اس کی زندگی اور معیشت تنگ ہو گی اور قیامت کو اندھا اٹھے گا۔ پارہ ۱۶ سورت طٰہٰ ع ۷

اس دور میں اعصابی بیماریاں عام ہیں۔ ڈاکٹر، اطباء خود مریضوں سے زیادہ پریشان ہیں۔ ایک دنیا ہے کہ اس مرض کا شکار ہے۔ مگر اس کا ایک ہی تیر بہدف نسخہ ہے اور وہ ذکر الٰہی ہے اور یہی قوت سب قوتوں کا سرچشمہ ہے حضورؐ نے فرمایا جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ زندہ ہے ورنہ مردہ (حدیث)

یہ جو کہا گیا ہے۔ نماز ہر برائی سے روکتی ہے نیکی کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ سچے دل سے ذکر یا نماز برائی سے نفرت دلاتی ہے اور نماز نیکی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ قرآن میں ذاکر مرد اور ذاکرہ عورت کی تعریف کی گئی ہے۔
سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔

تنِ بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

رائے گرامی

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی (رکن صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان) میں نے مدرسہ دعوت الحق ملتان شہر میں حاضر ہو کر معائنہ کیا۔ رجسٹروں کے اندراجات اور تعلیمی نظم و نسق کو باقاعدہ پایا۔ جو دوسرے اداروں کے لئے سبق آموز ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لے کر اپنے لئے صدقہ جاریہ کا انتظام کیا۔ مدرسہ کے لئے اس وقت بڑی کمی مکان کی ہے۔ حضرت مہتمم صاحب۔ اپنے سکونتی مکان کا نچلا حصہ اس لئے فارغ کر رکھا ہے۔ میری رائے میں اہل خیر و برکت اور اصحاب ثروت کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ اس چشم دید ضرورت کی فوری تکمیل کی طرف توجہ مبذول فرمائیں تاکہ حضرت مولانا احمد الدین صاحب مہتمم مدرسہ جو نظم و نسق اور باقاعدگی سے کام چلانے کے اہل ہیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دے سکیں۔

آخر میں دعا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں کو بلند اور مسلمان معاونین کو مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط غلام غوث ہزاروی ایم پی اے
ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان

قرآنی تعلیم

جنرل سیکرٹری مرکزی جمعیت اتحاد القرآن پاکستان و صدر انجمن اصلاح معاشرہ شہر قصور جناب مولانا قاری محمد شریف صاحب قصوری نے ایک بیان میں سکولوں میں قرآنی تعلیم کے اہتمام کے لئے محکمہ تعلیم کی طرف سے چھ ہفتوں میں "ریفریشر کورس" کے انعقاد کے ذریعے اساتذہ کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے تیار کرنے کی پالیسی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے محکمہ تعلیم کے اس اقدام کو قرآن کریم کی شان کے منافی قرار دیا۔ آپ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اس وقت پورے صوبے کے پرائمری، مڈل اور ہائی سکولز کے اساتذہ کی بہت بڑی تعداد سرے سے قرآنی تعلیم ہی سے بے بہرہ ہے۔ باقی ماندہ تعداد میں سے اکثریت ایسے اساتذہ حضرات کی ہے جو ناظرہ خواہی ہونے کے باوجود صحیح تلفظ تک ادا نہیں کر سکتے۔ ان حقائق کی موجودگی میں چند ہفتوں کے "ریفریشر کورس" سے وہ مطلوبہ مفید نتائج کسی طرح بھی برآمد نہیں ہو سکیں گے۔ جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ارباب حکومت سے پرزور مطالبہ کیا۔ کہ سکولوں میں قرآن کریم کی تعلیم کی ٹھوس بنیادوں پر اشاعت و تدریس کے سلسلے میں معقول اور مناسب انتظامات کئے جائیں۔ آپ نے کہا قرآنی تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر ان آسامیوں پر قرآنی علوم یعنی علم قرأت، علم اوقاف اور علم رسم الخط کے ماہر اور مستند قاریوں کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ رہا محکمہ تعلیم کے ارباب اختیار کا یہ عذر کہ اس طرح محکمہ کے اخراجات بڑھ جائیں گے۔ تو آپ نے کہا جب حکومت نسلی امتیاز کی پالیسی کی مذمت کرتے ہوئے افریقہ سے تجارتی تعلقات منقطع کر کے کروڑوں روپے کا نقصان برداشت کر سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ملک میں قرآنی تعلیم کے فروغ کے لئے چند لاکھ کے اضافہ کی متحمل نہ ہو سکے۔

خوشی محمد بی اے جنرل سیکرٹری انجمن
اصلاح معاشرہ شہر قصور

بقیہ:۔ خطبہ جمعہ

تقاضے پورے ہو جائینگے۔ لوگوں کے مال پاک ہو جائیں گے اور اس کا مبارک اثر اخلاق، معاشرت، سیاست، عدالت غرض زندگی کے ہر گوشے پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مولانا حامد میاں
جامعہ مدنیہ ۔ لاہور

اسلامی قوانین اور معاشرہ

چند روز ہوئے متعدد روزناموں میں مختلف ایڈیٹوریل نوٹس اور مضامین آئے جن میں سے بعض میں تو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ تعزیراتِ اسلامی نافذ کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ان جرائم کے اسباب کا سدِباب کیا جائے جن میں فحش لٹریچر، فلموں، مخربِ اخلاق اور محرک گانوں کا نمبر سب سے پہلے آتا ہے۔

بہرحال اس مشورہ میں نفاذِ تعزیرات کا انکار کا پہلو نہیں ہے بلکہ طریقِ کار کا تذکرہ ہے جس پر اسلامی مشاورتی کونسل کو واقعی پہلے ہی عمل کر لینا چاہیئے۔

لیکن بعض مضامین ایسے بھی آئے کہ جن میں نفاذِ تعزیرات میں مددگار چیزوں کے بجائے ہمت شکن دلائل لانے کی کوشش کی گئی تھی ایک محترم نے "نوائے وقت" میں طویل بیان دیا ہے (جو غالباً ۲۱، ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء کی مسلسل اشاعتوں میں آتا رہا) اس بیان کو پڑھنے والا اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جب تک تمام خرابیوں کے بند کرنے کا سامان نہ کر لیا جائے چوری اور زنا وغیرہ کی تعزیرات نافذ نہ ہونی چاہئیں۔ جس کی بہت بڑی عقلی دلیل یہ تھی کہ اسلامی احکام آہستہ آہستہ تئیس سال میں نافذ کئے گئے تھے یکدم نہیں لگائے گئے تھے لہٰذا آج بھی اُسی طرح عمل ہونا چاہیئے۔ لیکن میرے ان محترم بھائی نے یہ غور نہیں فرمایا کہ جتنی اسلامی فتوحات ہوتی رہیں اور جتنے علاقے خلافتِ راشدہ کے تحت آتے رہے کیا وہاں کے باشندے مسلمان نہیں ہوئے اور اگر مسلمان ہوئے تو کیا انہیں تئیس سال کیا ایک سال کی مدت بھی مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

اگر نہیں تو پھر آج ایک مسلمان جو سب کچھ جانتا ہے۔ ایسے عذر کیسے پیش کر سکتا ہے۔ کون سا مسلمان ایسا ہے جو اُن برائیوں سے واقف نہیں جنہیں اسلام نے بُرا کہا ہے۔ کون ہے جو نہیں جانتا کہ چوری حرام اور گناہ ہے۔ زنا حرام اور گناہ ہے۔ بہت سے بہت یہ ہے کہ وہ اس کی اسلامی سزا سے واقف نہ ہو تو کیا اخبارات میں آنے کے بعد بھی واقف نہ ہوگا اور اُسے اپنا جرم ترک کرنے کا موقع نہ ملے گا۔

نیز یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ آپ کو چوروں کی حمایت سے کیا فائدہ ہوگا؟ آج کون سا چور ایسا ہے جو بھوک اور فاقے سے بیتاب ہو کر چوری کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں چوری، جیب تراشی ایک پیشہ بن چکی ہیں۔ گروہ کے گروہ چوریاں کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ مسلح بھی ہوتے ہیں اسی طرح جیب تراشی ایک فن بن گئی ہے۔

یہ خیال کہ پہلے معاشرتی یا اقتصادی حالات ٹھیک ہوں اسلامی نقطۂ نظر سے ایک کمزور خواہش ہے۔ کیونکہ جس دور میں صحابۂ کرامؓ پر یہ تعزیرات نافذ کی گئی تھیں اس زمانے میں کون سی فراخی تھی۔ اس وقت اتنی تنگیٔ معیشت تھی کہ بعض اوقات اکثریت فاقہ سے رہا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ لشکر میں بھی کبھی کبھی ایک ایک کھجور پر گذارہ کرنا پڑتا تھا اور فاقہ کی نوبت بھی آ جایا کرتی تھی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں چوری کی وجہ فاقہ کشی اور احتیاج نہیں ہے بلکہ لالچ اور طمع ہے۔ آپ جس رحم دلی کا ثبوت دے رہے ہیں وہ مریض کیلئے مہلک ہے کیونکہ آپ مرض کی حقیقت تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔ اس مرض کا علاج پروردگارِ عالم نے دوسرا رکھا ہے وہی اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ اسی کے تجویز کردہ علاج سے شفاءِ کلی حاصل ہو سکتی ہے۔

آپ کو خدشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو چند غنڈے مل کر کسی شریف آدمی کے نام چوری لگا دیں اور گواہی دے کر ہاتھ کٹوا دیں۔ حالانکہ شریعتِ مطہرہ گواہ کی صداقت اور اس کا کیرکٹر ضرور دیکھے گی غیر معتبر گواہی پر فیصلے نہیں دیئے جاتے اور اگر جھوٹی گواہی کا خدشہ ہے تو روزمرّہ اس سے زیادہ شدید جرم (قتل) کے کیس ہوتے رہتے ہیں۔ تو کیا اس خدشے سے قتل کے مقدمات اور فیصلے منسوخ کر دیئے جائیں۔

دراصل ایسے اعتراضات کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اسلامی اصولوں سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے پہلے تو یہ سمجھیے کہ چوری کسے کہتے ہیں۔ چوری ایسا مال چرانے کا نام ہے کہ جسے مالکِ مال نے بحفاظت رکھا ہو اور چور نے غفلت پا کر مال چرا لیا ہو۔ لہٰذا اگر مال کی حفاظت میں کمی رہ گئی ہو تو اس کی سزا یہ نہ ہوگی نیز یہ دیکھا جائے گا کہ مال کتنا ہے۔ کس قسم کا ہے پھل وغیرہ ہیں یا کسی اور قسم کا مال ہے۔ بہت سی چیزوں میں عرفاً دیکھا جائے گا کہ چوری ہوئی یا نہیں۔ چور کی حالت بھی دیکھی جائے گی ہو سکتا ہے کہ اُس نے واقعی بھوک اور فاقے سے بیتاب ہو کر بقدرِ ضرورت چُرایا ہو۔

(۲) حاکم اپنی رائے سے خود ہی غور کر کے فیصلہ کرے گا کہ واقعی اس شخص نے یہ کام کیا ہے یا نہیں؟

(۳) شرعی فیصلوں میں وکیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی خود مدعی اور مدعی علیہ پیش ہوں گے۔ گواہوں کو طلب کیا جائے گا، گواہوں کی صداقت کے بارے میں حاکم خود اپنی تحقیق پر عمل کرے گا طریقِ کار تقریباً وہی ہوگا جو ملٹری کے فیصلوں کا ہوتا ہے

(۴) اگر چور کے چور ہونے میں ذرا بھی شک پیدا ہوگیا۔ تو یہ سزا نہیں دی جا سکتی۔

(۵) آپ نے پاکستان کی عدلیہ کو بہت ہی مجروح کر دیا ہے۔ حالانکہ اکثر حکام ایسے نہیں ہوتے۔

(۶) فرض کیجئے چھوٹی عدالت نے کیس کو صحیح طرح نہ سمجھا تو اس سے بڑی عدالت بھی موجود ہے۔ اور بڑی عدالتوں کی آزادی بحال ہے۔ ورنہ ہمارے ملک میں مولانا مودودی اور اُن کی جماعت اور مولانا فرید احمد وغیرہ کو آزادی نہ حاصل ہو سکتی۔

(۷) سب سے بڑی چیز حاکم کی اپنی ایمانداری ہوتی ہے اسی لئے آج بھی دنیا بھر میں اُن سب چھوٹوں بڑوں سے کہ جن پر ملکی حکومت کا دارومدار ہوتا ہے۔ حلف اٹھوایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ کوئی چیز حقیقتاً برائی سے روکنے والی نہیں ہے۔

اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ ہم سے جھوٹے لوگ بکثرت ہیں اور حلف پر قائم رہنے والے چند ہیں۔ تو حلف کے طریقہ ہی کو ختم کر دینا چاہیئے۔ لیکن یہ طریقہ جاری ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ اس سے اوپر کوئی طاقت نہیں جو انسان کے ضمیر اور اس کی تنہائیوں پر حکمران ہو۔ اسی اصول کو اگر بیدار کر دیا جائے تو یہ سب سے زیادہ مفید اور دنیا و آخرت میں کارآمد ہے۔ حکام گواہ چور اور مالکِ مال یہ چار فریق تو ضرور ہی ہوں گے کیا آپ کو یہ امید ہے کہ یہ سب بے ایمانی پر اتر آئیں گے۔

(۸) ہمارے یہاں محض گواہ پیشہ ور ہوتے ہیں مگر انہیں گواہی سے نہیں روکا جا سکتا۔ یہ انگریزی قانون کا سقم ہے۔ جس سے ہمیشہ مجرم کو نفع ہوتا ہے اور انصاف پامال ہوتا رہتا ہے۔ شرعی عدالت میں گواہ کی حیثیت دیکھنی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اگر ماتحت عدالت نے غلط گواہوں کو مان لیا تو بالائی عدالت اُن کو ماننے پر مجبور نہ ہو گی اس کا نام "حد" ہے۔

(۹) بعض حالات میں شرعاً غلط گواہی دینے والے کی سزا مقرر ہے اور بعض حالات میں اس کی سزا حاکم کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے۔ جسے "تعزیر" کہا جاتا ہے۔ لیکن انگریزی قانون میں یہ پہلو انتہائی کمزور ہے۔ اس لئے جھوٹے گواہ کرایہ پر مل سکتے ہیں اس میں گواہوں کا کیریکٹر دیکھنا ضروری نہیں ہوتا اور گویا کیس کی بنیاد کھوکھلی ہوتی ہے بخلاف شرعی عدالتوں کے کہ وہاں گواہی کی جرأت بھی لوگ مشکل سے کرتے ہیں۔

یہ اسلامی طریقِ عدالت کا ایک خاکہ ہے تفصیلات الگ ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔ میں اپنے ان محترم مضمون نگار سے گذارش کروں گا کہ اگر کسی طرح مال، جان اور عزت کی حفاظت ہو جائے تو وہ آپ کے اور ہمارے لئے بہتر ہوگا یا موجودہ صورتِ حال بہتر ہے۔ جہاں یہ تینوں چیزیں غیر محفوظ ہیں۔ اگر ان کی حفاظت درکار ہے تو تینوں چیزوں کے لئے شرعی حدود کا نفاذ ہی از بس ضروری ہے۔

(۲)

شادی شدہ کے لئے شرعاً زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے اور بظاہر یہ بہت شدید سزا لگتی ہے لیکن یہ سزا صرف دو حالتوں میں ہوتی ہے۔

(۱) جب آدمی اتنی بے غیرتی پر اُتر آئے کہ چار گواہ اپنی آنکھ سے عریانی کی حالت میں بدکاری کو دیکھ لیں۔ جس کا ثبوت نہایت ہی مشکل کام ہے۔ کیونکہ گواہوں پر سخت جرح کی جائے گی۔ حاکم خود بھی جاکر موقع دیکھ سکتا ہے کہ گواہوں نے کس طرح اس جرم کو دیکھ لیا وغیرہ وغیرہ

(۲) اگر مجرم حاکم کے سامنے خود ہی چار مرتبہ یہ اعتراف کر لے تب بھی یہ سزا دے دی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس سزا کے ذریعہ اپنی توبہ کی تکمیل کرنی چاہتا ہے۔ اور دوسروں کو عبرت دلانی چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں سزا کے دوران اگر وہ انکار کر دے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا تو اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔ شاید اسی لئے شریعت مطہرہ نے سزا سنگسار کرنی رکھی ہے۔ کہ اس میں بچنے کی گنجائش ہے۔ اگر سزا قتل رکھ دی جاتی تو یہ گنجائش کہاں رہتی۔

پہلی صورت کہ جرم کی حالت میں چار آدمی اس طرح دیکھیں جس طرح شریعت کھول کھول کر بیان لے گی۔ یہ آج (ہمارے بے غیرت سے بے غیرت زمانہ میں) بھی مشکل کام ہے جب کہ قانوناً خاص رُکاوٹ نہیں ہے اور انگریزی قانون تراضی طرفین کے وقت اسے جرم ہی نہیں کہتا۔

(۳)

شرعی سزاؤں کا طریقِ کار اور اس کا اثر

شرعی حدود کے لئے شرعی طریق کار بھی استعمال کرنا ہوگا۔ جس کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ سزا برسرِ عام جرم سنا کر دی جائے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو چنانچہ ہاتھ کاٹنے کے بعد وہ سب سے زیادہ عوامی گذرگاہ پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

عرب میں چھریاں تو عام ہیں۔ پستول اور بندوق پر بھی پابندی نہیں ہے۔ علاقہ بھی ایسا ہے کہ اگر جنگل میں کسی کو قتل کر دیا جائے تو چھپانا آسان ہے۔ صحرا ہی صحرا ہے، لیکن وہاں کے رہنے والوں سے پوچھیں وہ اس بھیانک جرم کا تصور بھی نہیں کر سکتے اگر ورثۂ مقتول راضی نہ ہوں تو وہاں اس جرم کی معافی نہیں ہے۔

طریقِ سزا یہ ہے کہ شہر کے سب سے زیادہ آمدورفت والے چوک پر مجرم کو لایا جاتا ہے۔ آنکھوں پر پٹی کس دی جاتی ہے۔ راستہ چلنے والوں کو تھوڑے وقت کے لئے روک دیا جاتا ہے سب کے سامنے جرم سنا کے سزا دے دی جاتی ہے اور قتل کر دیا جاتا ہے اس کے بعد اس کا سر پنجرے میں گذرگاہ پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

ہمیں لاہور کے بعض باشندوں نے بتلایا کہ اس منظر کو دیکھنے ہی کا یہ اثر ہوا کہ کئی دن ہمیں کھانا اچھا نہیں لگا اور ہم پیٹ بھر کر نہیں کھا سکے۔ گویا آنکھ سے دیکھنے کے بعد ساری عمر انسان اس جرم کا ارتکاب نہ کر سکے گا۔ اور یوں سمجھنا چاہیئے کہ شریعت مطہرہ نے

ایک چیز سے دو کام لئے سزا تو بمقتضائے عدل و انصاف ضروری تھی وہ بھی دی اور عبرت کا کام بھی لیا۔ انگریزی دور میں "عبرت" دلانے کی طرف توجہ نہ تھی اس لئے سزا کے کئے پھانسی گھر بنا دیئے گئے کہ صرف سزا دے دی جائے اور عبرت نہ ہو۔ یہ اس قانون کا بہت بڑا نقص ہے۔

قانونی جامعیت ہی کی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین مدتہائے دراز تک دنیا کے بڑے حصے میں نافذ رہے اور آج بھی سعودی عرب میں رائج ہیں اور نتیجہ خیز بھی۔ وہاں ہماری طرف کے یا دوسرے ممالک کے جانے والے باشندے ہی چوری اور قتل وغیرہ کرتے ہیں وہاں حالت یہ ہے۔ کہ حجاز مقدس کے باشندے کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنا مکان (اس زمانے میں جب بیرونی ممالک کے باشندے حج کے لئے نہ آئے ہوئے ہوں) کھلا چھوڑ کر چلے جائیں تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ مکان میں بکری گھس آئے آدمی کوئی نہ آئے گا۔ یہ الفاظ حاجی ریاست صاحب کے ہیں جو مکہ معظمہ کے تاجر ہیں اور اُن کے یہاں خود چند سال ہوئے ڈیڑھ لاکھ ریال کی چوری ہوئی تھی۔ چور ضلع مظفر گڑھ کا رہنے والا تھا۔ یمن کی طرف سرحد پار کرتا ہوا گرفتار ہو گیا اور خود ہی اعترافِ جرم کر لیا۔ عرب میں نماز کے وقت دوکانیں بند کرنے کے بجائے دوکان کے سامان پر کپڑا ڈالنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ اور چاہے سامان کی دوکان ہو یا صرافے کی محفوظ رہتی ہے۔ جبکہ وہاں آبادی کی بھی کمی نہیں ہے۔ سوا کروڑ آبادی ہو گئی ہے۔ تاوقتیکہ وہ اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہیں یہی برکات اور امن و اطمینان جاری رہیگا انشاء اللہ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں اگر کسی جگہ جان، مال اور عزت محفوظ ہے تو وہ حرمین محترمین کا مقدس حصہ ہے۔ یہ دنیا ہی میں جنت کا نمونہ ہے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے اس طویل مضمون میں بہت سے حوالے دیئے گئے ہیں مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بیٹھ کر انسائیکلو پیڈیا یا اُس جیسی کسی غیر معتبر کتاب سے نقل کر دیئے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے صاحبِ مضمون اسلامی اصول سے ناواقف ہیں۔ حضرات خلفائے راشدین کے فیصلوں کی بنیاد پر نظر نہیں ہے اور واقعات میں بھی غلطی ہوئی ہے۔ مثلاً خطبۂ جمعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مقدم کرنے والے حضرت معاویہ ہیں حالانکہ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ ایسی چیزیں انسائیکلو پیڈیا میں بھری پڑی ہیں جسے دین سے ناواقف مسلمان معتبر ترین کتاب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بے دینی و ضلالت کا سرچشمہ ہے اس لئے خود صاحبِ مضمون سے اور قارئین کرام سے استدعا ہے کہ ایسی چیزوں پر اعتماد نہ کریں نیز اسلامی احکام کے بارے میں مضمون لکھتے وقت احتیاط برتا کریں اور اشکالات کسی جید اور بیدار مغز عالم سے حل کر لیا کریں تاکہ آپ کے قلم سے اسلامی احکام کی تائید ہی نکلے نادانستہ طور پر بھی تردید یا تساہل نہ ہو۔ واللہ الموفق

بقیہ :- بھیک مانگنا

دینے والے کا دل خوشی سے آمادہ نہیں ہوتا محض شرم کی وجہ سے خرچ کرتا ہے۔ پس اُس نے اگر شرم کی وجہ سے یا ریا کی وجہ سے دیا ہے تو لینے والے پر بھی حرام ہے اور اگر وہ انکار بھی کر دے تب بھی بسا اوقات اس کو اس بات سے رنج ہو گا کہ وہ صورۃً بخیل بنا۔ اس لئے ہر حال میں ایذاء کا احتمال ہے۔ جس کا سبب یہ سائل بنا اور ایذاء دینا بلا مجبوری کے حرام ہے۔ اور جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور کی طرف سے سوال کرنے پر اس قدر سخت وعیدیں کیوں وارد ہوئیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو ہم سے سوال کرے گا اس کو ہم دے دیں گے (ہم کیوں انکار کریں۔ اپنے سوال کے جواز کا وہ خود ذمہ دار ہے) اور جو مستغنی ہوتا ہے یعنی سوال نہیں کرتا یا اللہ تعالیٰ سے غنیٰ کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتے ہیں اور جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے اُس شخص کے مقابلے میں جو سوال کرے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہو اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ ان تمام احادیث سے پتہ چلا کہ یہ جو گلیوں میں در بدر بناوٹی فقیر مانگتے پھرتے ہیں ان کو نہ تو مانگنا جائز اور نہ ان کو دینا جائز۔ اگر کوئی دے دے تو قیامت کے روز اُس سے مطالبہ ہو گا۔ پوچھا جائے گا کہ تو نے میری عطا کردہ دولت کو غیر مستحق لوگوں کو کیوں دیا۔

جلسہ

مدرسہ عربیہ احیاء العلوم، عیدگاہ مظفر گڑھ کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۹، ۳۰ ذیقعد و یکم ذوالحجہ ۸۴ ۱۳ھ مطابق ۲، ۳، ۴ اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بمقام عیدگاہ مظفر گڑھ منعقد ہو گا جس میں مندرجہ ذیل علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرمائیں گے۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب ملتان۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب (جامعہ مدنیہ لاہور) مناظر حسین نظر صاحب ایڈیٹر خدام الدین لاہور۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب۔ حضرت مولانا علامہ محمد شریف صاحب۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب، ایم اے او کالج لاہور۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب۔ ملتان۔ حضرت مولانا خدا بخش صاحب مولانا محمد شریف صاحب بہاولپور اور دیگر۔

ضروری تصحیح

گذشتہ سے پیوستہ شمارہ میں عروج و زوال کا قرآنی دستور میں کتابت کی غلطی سے قیمت قسم اول ۱/۶۰ کے بجائے ۱/۴۰ لکھا گیا ہے اور قیمت قسم دوم ۱/۲۵ رہ گیا ہے۔

دیگر دوسری کتاب کا نام عروج و زوال لکھا گیا ہے۔ اصل میں کتاب کا نام عروج و زوال امت ہے تصحیح کر لیں۔

طالبات کی مذہب سے بیگانگی

صفحہ ۳ سے آگے

اگر پندے ز درویش پذیری
ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولِ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

پھر یہ اس ملک کے قلب کا تذکرہ ہے جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا جسے اس وعدہ پر حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اسلامی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا اور ہر حال میں کتاب وسنت کے حکام کو بالا دستی نصیب ہوگی۔ مزید برآں بہت ہی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ یہ جوابات غیر مسلم لڑکیوں کے نہیں بلکہ ہماری اپنی ہی بہنوں کے ہیں جنہیں علامہ اقبال مرحوم نے خوابِ غفلت سے جھنجھوڑنے اور ان کی عظمتِ رفتہ کی نشاندہی کرنے کے لئے ان الفاظ میں خطاب کیا تھا ؎

ز شام ما برون آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو میدانی کہ سوزِ قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

لیکن افسوس صد افسوس کہ وہی بہن اور بیٹی جس کے حیا و ناموس اور فرمانبرداری پر فرشتوں کی عصمت و پاکدامنی اور فرمانبرداری رشک کیا کرتی تھی، جس کی آغوش میں پاکیزگی اور تقویٰ شعاری پرورش پایا کرتی تھی اور جس کی گود نسل انسانی کے لیے نیکی و پرہیزگاری اور وفا شعاری کی عظیم درسگاہ تھی آج نئی تہذیب کی ظاہری چمک دمک اور مادیت پرستی کی پُرفریب فضاؤں میں غلطاں ہوکر بے حیائی، بے مروتی اور نافرمانی کے عمیق غار میں جاگری ہے۔ نہ اسے ماں باپ کی شرم و حیا ہے اور نہ بھائی کی عزت کا پاس۔ بس اپنی من مانی سے غرض ہے اور گمراہی کا شکار ہوکر اپنی پسند کے ڈگر پر بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑے چلی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے یہ سب تباہ کاریاں مذہب سے نا آشنائی، تعلیم جدید اور تہذیب نو میں گرفتاری کی پیداوار ہیں۔ آج عورت چراغِ خانہ نہیں، شمع محفل اور گھر کی ملکہ نہیں رہی بلکہ بازار کی زینت بن چکی ہے۔ کیا اس بے راہروی کی مجرم صرف عورتیں ہیں؟ کیا صرف انہیں کو قصوروار ٹھہرانا چاہیے؟ کیا والدین اس جرمِ عظیم کے سزاوار نہیں اور کیا مردوں نے اس گناہ کی پرورش میں کوئی ہاتھ نہیں بٹایا؟ ہمارے خیال میں والدین اور مرد زیادہ مجرم ہیں۔ انہوں نے بے حیائی کی طرف نہ صرف عورتوں کی رہنمائی اور پیشوائی کی ہے بلکہ اس کو پروان چڑھایا اور عورت کو بکاؤ مال بنا کر رکھ دیا ہے ابھی زیادہ دن نہیں گذرے جب کچھ بزرگوں نے علم دین سے بے بہرہ عورتوں کو انگریزی تعلیم دلانے اور تہذیبِ جدید کی آغوش میں دے دینے کی جاں توڑ مخالفت کی تھی لیکن دلدادگانِ تہذیبِ نو نے سُنی اَن سُنی ایک کردی۔ اُن کی بات پر کان ہی نہ دھرا اور اُس کا نتیجہ سامنے ہے کہ مذہب کالج کی طالبات کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ والدین کی قدر و منزلت اُن کے نزدیک پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں۔ وہ والدین کی پند و نصیحت سے بھری باتوں کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتیں بلکہ الٹا اُن کی باتوں کو اپنے لیے بوجھ خیال کرتی ہیں۔ اندازہ فرمالیجیے! والدین نے انہیں آزادی دی اور اب حال یہ ہے کہ عاقبت کی خرابی کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اُن کے سکھ سے بھی محروم ہوگئے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے بجا فرمایا تھا ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا یہ میں نے اُن سے کہ پردہ وُہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مرشدی و مولائی حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ وہ لوگ جو تہذیبِ نو کے پرستار اور موجودہ آزادی و بے راہروی کے اسیر ہیں اگر اُن کو قریب ہوکر دیکھا جائے تو چھلنی میں چھید کم نظر آئیں گے لیکن اُن کے دلوں میں سوراخ اور داغ زیادہ دکھائی دیں گے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ بے راہروی کے شکار گھرانوں میں سب کچھ ہوتا ہے لیکن سکون اور چین نہیں ہوتا۔ باہمی اعتماد اور محبت کی فضا ناپید ہوتی ہے اور فرمانبرداری اور وفا شعاری کا نام ونشان بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ دور کیوں جاتے ہو اگر آخرت کا تصور تمہارے نزدیک قابلِ قبول نہیں تو کم از کم ان ملکوں ہی سے سبق حاصل کرلو جن ملکوں نے اس تہذیب کو اپنایا اور آج اس کی پاداش میں امن و سکون سے ہاتھ دھوئے بے اطمینانی کی فضا میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ لیکن دیکھو! اگر تم خود فریبی میں مبتلا ہو تو ایک معتبر وفد یورپ اور امریکہ بھیج کر اطمینان کرلو کہ وہاں کی سوسائٹی کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ پھر اس کے بعد اندازہ کرو کہ خیر و فلاح کی کونسی راہ ہے۔ وہ جس پر یورپ اور امریکہ چل رہے ہیں یا وہ جس کو چھوڑ کر تم بھٹکتے پھر رہے ہو؟ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں لیکن جب ڈھول کا پول کھل جاتا ہے تو حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے اور ہم مشاہدہ کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اس وفد کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ نجات کا راستہ فقط ایک ہے اور وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھایا ہوا راستہ ہے۔ دنیا کو سکون اور چین صرف ایک ہی راہ پر چلنے سے نصیب ہو سکتا ہے، اور وہ مکہ کے درِّ یتیم کی راہ ہے اس کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں جس پر چل کر دنیا سکھ اور چین کا سانس لے سکے۔ علاوہ ازیں تاریخ کے صفحات تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک ایک دور اور ایک ایک تہذیب کی تاریخ چھانو تمہیں صاف طور پر نظر آئے گا کہ ہر قوم کی تباہی کا دور عورتوں ہی کے اقتدار کا دور تھا۔ یہ نہ خیال کیجیے کہ ہم عورتوں کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ ہم یقیناً عورتوں کی تعلیم کے حامی ہیں۔ لیکن اس تعلیم کے جو خود شناسی کے ساتھ خدا شناسی کا درس دے۔ جس تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے بعد عورت شرم و حیا کی پتلی اور پاکیزگی و عفت کا درِ بے بہا اور گوہر یکتا کہلائے، اور جس تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد عورت ستاروں پر کمندیں پھینکنے والی اولاد جنے اور اس کی گود میں شاہین کے بچے پرورش پائیں۔ چنانچہ اس حقیقت کو بھی نہ بھولئے کہ تعلیم کے معاملہ میں تو ہم اس قدر آگے ہیں کہ ہم نے باندیوں کو بھی وہ تعلیم دی تھی جس کے باعث اُن کی قیمت ایک ایک لاکھ روپے سے متجاوز ہوگئی تھی۔ ہمیں تعلیم سے عداوت

نہیں۔ تعلیم سے محبت ہے لیکن طریقۂ تعلیم سے بیر ہے اس طریقۂ تعلیم سے جو عورتوں کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر اور گھر کی ملکہ کے بلند منصب سے معزول کر کے ہر فن اور ہر پیشہ میں گھس جانے کی تربیت دے۔

اے میری عزیز بہنو! اور بھائیو! جان لو کہ مذہب سے بیگانگی اور اس بے راہروی کا نتیجہ نہ صرف آخرت کا خسران ہے بلکہ دنیوی بربادی کا بھی پیش خیمہ ہے۔ اس بے راہ روی سے گھر کے گھر اجڑ جائیں گے، اور سکون و اطمینان کی دولت پھر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی۔

حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن سکول محمود بوٹی لاہور

بلا ضرورت
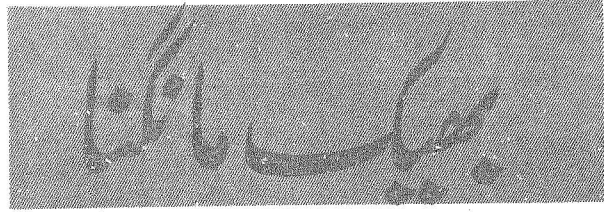
عزیز بچو! تم نے اکثر دیکھا ہو گا کہ تمہارے محلوں، گلیوں اور بازاروں میں ہٹے کٹے بھیک مانگتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم آپ کو انہیں لوگوں کے بارے میں کچھ بتانا چاہتے ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس لئے سوال کرتا ہے کہ اپنے مال میں زیادتی کرے وہ جہنم کے انگارے مانگ رہا ہے۔ جس کا دل چاہے تھوڑی مانگ لے یا زیادہ مانگ لے۔ (مسلم عن ابی ہریرہؓ)

حدیث مذکورہ میں بلا ضرورت محض اپنی جمع بڑھانے کے لئے بھیک مانگنا مذکور ہے کہ وہ جہنم کی آگ اکٹھی کر رہا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جتنے انگارے دل چاہے اکٹھے کرے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ فلاں فلاں دو شخص آپ کی تعریف کر رہے تھے کہ آپ نے اُن کو دو دینار دیئے۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن فلاں شخص کو میں نے دس سے لے کر سو اشرفیاں دیں مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ پھر فرمایا کہ بعض آدمی سوال کرتے ہیں اور میں اُن کے سوال کی وجہ سے جو دیتا ہوں وہ بغل میں دبا کرلے جاتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی بغل میں آگ دبا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پھر دیتے کیوں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ میں کیا کروں۔ وہ بغیر مانگے رہتے نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل کو گوارا نہیں فرماتے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سوال صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس نے کوئی بوجھ ضمان وغیرہ کا اپنے ذمہ رکھ لیا ہو اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے اور پھر رُک جائے۔ اُس سے زیادہ کے سوال کا حق نہیں۔ دوسرے وہ شخص جس کو کوئی حادثہ پہنچ جائے جس سے سارا مال ہلاک ہو جائے (مثلاً آگ لگ جائے یا کوئی اور ایسی آفت اچانک پہنچ جائے جس سے سب لُٹ لٹا جائے) تو اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے جس سے زندگی کا سہارا ہو سکے۔ تیسرے وہ شخص جس کو فاقے گذرنے لگیں حتیٰ کہ تین آدمی اس کی قوم کے کہنے لگیں کہ اس کو فاقہ ہونے لگا تو اس کو بھی اتنی مقدار کا سوال کر لینا جائز ہے جس سے زندگی کا سہارا ہو جائے۔ ان تین کے علاوہ جو شخص سوال کرتا ہے وہ حرام مال کھاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سوال کرنا دو شخصوں کے لئے جائز نہیں۔ ایک غنی کے لئے اور دوسرے قوی تندرست کے لئے (جو کمانے پر قادر ہو) البتہ جس شخص کو خاک میں ملا دینے والا فقر پریشان کر دینے والا قرض لاحق ہو گیا ہو اس کو سوال کرنا جائز ہے اور جو شخص مال کو بڑھانے کی غرض سے سوال کر رہا ہے اس کے مُنہ پر قیامت کے دن زخم ہوں گے اور وہ جہنم کی آگ کھا رہا ہے۔ جس کا دل چاہے زیادہ سوال کرے جس کا دل چاہے کم کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہ رہے گا۔

حضرت مسعود بن عمروؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا ترکہ چھوڑا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دو تین اشرفیاں چھوڑی ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ جہنم کے دو تین داغ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے مولیٰ عبداللہ بن قاسم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مال کے بڑھانے کی نیت سے سوال کرتا تھا۔

کتب احادیث میں متعدد واقعات اس قسم کے وارد ہوئے ہیں۔ جن میں حضورؐ نے معمولی رقوم چھوڑنے پر جہنم کے داغ اور اس قسم کی وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ علماء نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امر اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کے پاس پہلے سے کچھ موجود ہو اور وہ جھوٹ بھول کر اپنے آپ کو بالکل فقیر اور محتاج ظاہر کر کے سوال کرے اور باوجود فقیر نہ ہونے کے فقراء کی جماعت میں اپنے آپ کو شامل کرے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے کے بارے میں ممانعت کی بہت سی روایات وارد ہوئیں اور بڑی سخت وعیدیں حدیث میں آئی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی بعض احادیث سے اجازت معلوم ہوتی ہے اس کا واضح بیان یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو سوال کرنا حرام ہے لیکن مجبوری کے درجے میں یا ایسی حاجت میں جو مجبوری کے قریب ہو جائے جائز ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو حرام ہے اور حرمت کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرنا تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا اور تینوں حرام ہیں۔ اوّل تو اس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی شکایت کا اظہار ہے گویا اس کی طرف سے انعام میں کمی ہے جیسا کہ کوئی غلام اگر کسی سے سوال کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا سید کی طرف سے اس پر تنگی ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کے حلال نہ ہو جیسا کہ مردار کا کھانا سخت مجبوری میں حلال ہے۔ دوسرے اس میں مانگنے والے کا اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرنا ہے اور مؤمن کی شان یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے ذلیل نہ کرے البتہ اس پاک مولیٰ کے سامنے ذلیل کرنا اپنی عزت ہے۔ اس لئے کہ محبوب کے سامنے ذلت و انکسار لذت ہے اور آقا کے سامنے عجز کا اظہار سعادت ہے۔ تیسرے اس میں اس شخص کی ایذاء اکثر ہوتی ہی ہے جس سے سوال کیا جائے۔ لیسا اوقات

باقی صفحہ ۱۶ پر

فون نمبر ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰/۲۲۸۱ مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء

اَدھ کتے سوت کی انٹیاں

قلب عدم میں نخلِ تمنّا لہک اُٹھا — اک پھول شاخِ کن فیکون پہ مہک اُٹھا
بوئے رسولؐ سونگھتے ہی بلبلِ ازل — بے اختیار گنجِ زمن میں چہک اٹھا

(۲)

کرشن و گوتم کے مہاراج رسولِ عربیؐ — موسیٰؑ و نوحؑ کے سرتاج رسولِ عربیؐ
رنگِ توحید جھلکتا ہے اجلّ سیرت پر — آدمیت کی ہیں معراج رسولِ عربیؐ

(۳)

فقر و افلاس کو ہم رفعتِ الوند کیا — حال مستوں کو سردار بھی خورسند کیا
آپؐ کی حدّتِ کردار نے انساں جیسی — خلقِ مجبور کو سلطان و خداوند کیا

(۴)

آپؐ نے اس طرح آفاق میں قرآن پڑھا — ہر طرف ذکرِ خدا دھوم سے پروان چڑھا
کفر و الحاد پہ توحید کا بم گرتے ہی — ابنِ آدم کی طرف جھوم کے ایمان بڑھا

(۵)

داغ پر داغ زمانے کا لئے جاتے ہیں — زیست کا زہر بصد شوق پئے جاتے ہیں
لوگ جیون کی لٹکتی ہوئی سولی پر بھی — آپؐ کا نام ہی لے کے جئے جاتے ہیں

(۶)

آپؐ کی ذات بڑوں سے بھی بڑی ہے مولا — آپؐ کے پاؤں پہ جو دھار پڑی ہے مولا
درگہِ عدل میں افضلؔ کی شفاعت کیجیے — عہدِ حاضر بھی قیامت کی گھڑی ہے مولا

شیر افضل جعفری

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا